ارض القرآن کا سفر

جناب محمد عاصم صاحب

(۹)

مدینہ منورہ کے آثار میں اصل اور سب سے بڑا اثر تو خود مسجد نبوی ہے۔ اس کے علاوہ پہاڑ، گھر، مساجد اور کنوئیں بہت سی چیزیں آثار میں شامل ہیں۔ ان میں سے بعض تو مدینہ منورہ کے اندر واقع ہیں کہ ان کے دیکھنے کے لیے کسی سواری کا اہتمام کرنا ضروری نہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو مدینہ منورہ سے باہر چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اس لیے انہیں دیکھنے کے لیے خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔ ہم نے حبیب الرحمٰن صاحب وغیرہ سے مل کر یہ پروگرام طے کیا کہ پہلے ہم باہر کے آثار سے فارغ ہولیں۔ جو آثار خود مدینہ کے اندر ہیں، انہیں مدینہ کے قیام کے دوران ہر وقت دیکھا جا سکتا ہے۔

اُحُد اس پروگرام کے تحت ہم ۱۵ دسمبر (۵۹ء) کی صبح ۱۰ بجے کے قریب سب سے پہلے اُحد گئے۔ یہ وہ پہاڑ ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "ھذا جبل یحبنا ونحبہ (یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)۔ اسی پہاڑ کے دامن میں ۳ھ میں مشہور غزوۂ احد پیش آیا تھا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام کے علاوہ حضورؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کی شہادت واقع ہوئی۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ شمال کی جانب تین چار میل ہے۔ اور یہ مشرق سے مغرب کو ۴ میل کے قریب لمبا ہے۔ جب تک انسان اس کے قریب نہیں پہنچتا، دُور سے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ متعدد پہاڑی سلسلوں کا مجموعہ ہے۔ اس تک پہنچنے سے پہلے دائیں طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی آتی ہے، جس کا قدیم نام جبل عینین ہے۔ لیکن اب یہ جبل الرماۃ (تیراندازوں کا پہاڑ) کے نام سے مشہور ہے۔ اسی پہاڑی پر غزوہ اُحد کے

موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کو متعین فرمایا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، خواہ جنگ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہو یا شکست۔ جبل الرماۃ اور جبل اُحد کے درمیان وہ وادی ہے جسے وادی قناۃ کہا جاتا ہے اور جس میں غزوہ احد واقع ہوا۔ مسلمانوں کا لشکر ان دونوں پہاڑوں کے درمیان مشرق کی طرف تھا اور کفار مکہ کا لشکر جبل اُحد کے گرد چکر کاٹ کر مغرب کی طرف سے آیا تھا۔ اس وادی میں جبل الرماۃ سے کچھ مغرب کو ایک چاردیواری کے اندر وہ صحابۂ کرام مدفون ہیں جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ حضرت حمزہؓ اب ان ہی صحابہ کرام کے ساتھ مدفون ہیں۔ پہلے ان کی قبر الگ واقع تھی اور اس پر قبہ بھی بنا ہوا تھا۔ لیکن یہ قبر وادی کے عین وسط میں تھی اور آئے دن کے سیلاب سے اس کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا اس لیے ترک امراء نے حضرت حمزہؓ کی لاش کو یہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا۔ اب بھی حضرت حمزہؓ کی پہلی قبر پر قبہ موجود ہے۔ مگر اس کا نصف حصہ منہدم ہو چکا ہے۔ ترکی عہد میں حضرت حمزہؓ اور غزوۂ اُحد کے دوسرے شہداء کی قبروں پر خوب نذرانے چڑھائے جاتے تھے اور اہل مدینہ سال میں تین دن یہاں میلہ لگایا کرتے تھے۔ مگر سعودی حکومت نے ان تمام بدعات کو ختم کر دیا ہے۔ اب ان قبروں پر سعودی حکومت کی طرف سے باقاعدہ پہرہ رہتا ہے تاکہ یہاں غیر شرعی حرکتیں نہ کی جا سکیں۔ جو لوگ احد کی زیارت کے لیے آتے ہیں، انہیں وادی قناۃ سے آگے بھی نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ ہمارے پاس کیمرہ تھا اور ہم ان قبروں کا فوٹو بھی لینا چاہتے تھے، مگر پولیس کے جو آدمی وہاں پہرہ پر متعین تھے، ان میں سے ایک نے ہمیں آکر روک دیا کہ ہم نہ قبروں کا فوٹو لیں اور نہ جبل اُحد کی طرف جائیں۔ ہمارے کہنے پر وہ ہمیں اپنے سے اوپر کے ایک ذمہ دار آدمی کے پاس لے گیا جسے ہم نے بتایا کہ ہم لوگ بھی صحیح عقیدہ رکھتے ہیں، اس لیے ہم سے کسی غیر شرعی حرکت کا اندیشہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر اس نے نہ صرف ہمیں قبروں کا فوٹو لینے اور جبل اُحد تک جانے کی اجازت دی بلکہ ہمیں اپنے کمرے میں بٹھا کر چائے اور نجدی قہوہ سے ہماری مہمانی بھی کی۔

وادی سے آگے بڑھ کر جبلِ اُحد کی طرف جاتے ہوئے ایک جگہ چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے

کہتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے۔ جبلِ اُحد کے اندر تقریباً سو گز کی اونچائی پر ایک چھوٹا سا غار ہے، جس میں دو تین آدمی بیٹھ سکتے ہیں اس غار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دندانِ مبارک کی شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ آرام فرمایا تھا۔ اس غار کے دہانے پر سفیدی کی ہوئی ہے، اس لیے یہ کافی فاصلے سے نظر آنے لگتا ہے۔ آثارِ مدینہ کے متعلق بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اس غار کے اندر کوفی رسم الخط میں بعض عبارتیں لکھی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ مگر ہمیں تو تلاش کے باوجود اس میں کوئی عبارت نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے پہلے یہ عبارتیں پائی جاتی ہوں اور اب مٹ چکی ہوں۔ اس غار کے قریب ہی پہاڑ کے ایک دامن میں ایک چھوٹی سی اور مسجد بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں معرکہ کے بعد غار سے اتر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر کی نماز پڑھی تھی۔

قُبا ظہر کی نماز ہم نے مدینہ منورہ واپس آکر مسجد نبوی میں پڑھی۔ پھر کھانا کھایا اور اس کے بعد مسجد قبا دیکھنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ جو مدینہ منورہ سے جنوب مغرب کی طرف چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب کہ آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تھے اور قبا کی بستی میں آپ نے چار روز قیام فرمایا تھا) اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی اور اس کی تعمیر میں آپ بنفسِ نفیس شریک ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو مدینہ منورہ پہنچ کر حضورؐ نے تعمیر فرمائی۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ — یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد روزِ اول سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

حضورؐ کو قبا اور اس کے رہنے والوں سے اس قدر محبت تھی کہ آپ ہر بدھ کے روز یہاں پیدل تشریف لاتے اور ان کی اس مسجد میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

آج سے چند سال پیشتر مدینہ سے قبا جانے والی سڑک کچی اور نہایت تکلیف دہ تھی، لیکن اب اس سڑک کو بالکل سیدھا صاف کر دیا گیا ہے اور اسے پختہ اور نہایت شاندار بھی بنا دیا گیا ہے۔ یہاں

تک کہ مدینہ منورہ سے نکلتے ہی یہ مسجد نظر آنے لگتی ہے۔ ہم نے عصر کی نماز یہیں پہنچ کر ادا کی۔

مسجد الجمعہ مسجد قبا کو جاتے ہوئے سڑک کی بائیں طرف ایک اور مسجد آتی ہے جسے مسجد الجمعہ کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل قبیلہ بنو سالم کی مسجد تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر جمعہ کے روز قبا سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں جب آپ بنو سالم کی بستی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا، چنانچہ آپ نے اسی جگہ جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ یہ جمعہ کی پہلی نماز تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ادا فرمائی اسی نسبت سے اس مسجد کو مسجد الجمعہ کہا جانے لگا۔ اب یہ مسجد نہایت پختہ اور خوبصورت بنی ہوئی ہے، اگرچہ اس کے گرد اب کوئی آبادی نہیں ہے۔

دار کلثوم و دار سعد مسجد قبا سے متصل جنوب میں (یعنی قبلہ رُخ) دو گھر بنے ہوتے ہیں جن کی چھت گنبد کی شکل کی ہے اور اس پر سفیدی کی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک گھر اس جگہ بنا ہوا ہے جہاں حضرت کلثوم بن ہدمؓ کا گھر تھا اور دوسرا اس جگہ جہاں حضرت سعد بن خیثمہؓ کا گھر تھا۔ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے جب قبا پہنچے تھے، تو آپ نے حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے گھر کو اپنے قیام کے لیے اور حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر کو اپنی مجلس کے لیے پسند فرمایا تھا اور یہ دونوں گھر مسجد سے متصل جنوب میں (یعنی قبلہ رُخ) واقع تھے۔

بئر اریس یا بئر خاتم مسجد قبا سے تقریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے، جسے بئر اریس کہا جاتا ہے۔ یہ کنواں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کا پانی کھارا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنِ اقدس کا لعاب اس میں ڈالا جس کی برکت سے اس کا کھارا پانی میٹھے پانی میں تبدیل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس انگوٹھی کو پہنا کرتے تھے، وہ انگوٹھی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کو ملی تھی۔ ایک دن حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے چھوٹ کر وہ اس کنوئیں میں گر گئی اور پھر تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔ اس لیے اس کنوئیں کو بئر خاتم بھی کہتے ہیں۔

آج سے چند سال پیشتر تک اس کنوئیں سے پانی نکالا جاتا تھا اور اس سے ارد گرد کے باغ اور کھیتوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اس کے قریب ایک بہت بڑا ٹیوب ویل لگ جانے کی وجہ سے اس کا پانی خشک ہو گیا ہے۔

مسجدِ ضرار؟ مسجد قبا اور بئرِ خاتم سے فارغ ہوئے، تو ایک عجیب لطیفہ رہا جبیب الرحمٰن صاحب ہمارے ساتھ نہ تھے، لیکن انہوں نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ مسجد قبا سے مشرق کی طرف تھوڑے ہی فاصلہ پر مسجد ضرار کے کھنڈرات بھی پائے جاتے ہیں۔ مسجد ضرار سے مراد وہ مسجد ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین نے مسجد قبا کی اہمیت کو کم کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لیے ایک اڈہ کے طور پر تعمیر کی تھی، اور پھر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دعوت قبول بھی فرمالی، مگر فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ، وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى، وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ. لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا، لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ، فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (التوبہ: ۱۰۷-۱۰۸)	کچھ لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنائی اس غرض کے لیے کہ (دعوتِ حق کو) نقصان پہنچائیں، اور (خدا کی بندگی کرنے کے بجائے) کفر کریں اور اہلِ ایمان میں پھوٹ ڈالیں اور (اس بظاہر عبادت گاہ کو) اس شخص کے لیے کمین گاہ بنائیں، جو اس سے پہلے خدا اور اس کے رسول کے خلاف برسرپیکار ہو چکا ہو۔ وہ ضرور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز کا نہ تھا، مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں۔ تم ہرگز اس عمارت

میں کھڑے نہ ہونا۔ جو مسجد (یعنی مسجد قبا) اوّل روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی، وہی اس کے لیے موزوں ہے

کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں، جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔"

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس مسجد کو گرانے کا حکم دیا اور وہ گرادی گئی۔

ہمیں خیال بھی نہ تھا کہ اس مسجد کا بھی کوئی نام و نشان اس وقت موجود ہوگا۔ آثارِ مدینہ کے متعلق کسی کتاب میں اس کا ذکر بھی کہیں نہ دیکھا تھا، لیکن حبیب الرحمٰن صاحب کے کہنے پر ہمیں خیال ہوا کہ شاید اس مسجد کا کوئی نام و نشان موجود ہو اور کسی کتاب کے مصنف نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کا ذکر نہ کیا ہو۔ ہم نے اپنے ڈرائیور سے معلوم کیا، تو اس نے بھی بڑے وثوق اور جزم سے کہا کہ ہاں مجھے اس مسجد کی جگہ کا علم ہے اور میں آپ لوگوں کو وہاں لے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ ہمیں سیدھا مدینہ منورہ واپس لانے کے بجائے مسجد قبا سے مشرق کی طرف لے گیا اور ایک گھنٹہ تک کھجوروں کے مختلف باغوں کے درمیان پھراتا رہا اور ہر مرتبہ ہمارے دریافت کرنے پر یہی جواب دیتا رہا کہ چند منٹ میں ہم اس مسجد تک پہنچنے والے ہیں۔ مگر جب ایک گھنٹہ تک بھٹکتے رہنے کے باوجود اسے مسجد ضرار کا پتہ نہ چل سکا، تو ہم نے اس سے کہا کہ وہ ہمیں مدینہ واپس پہنچا دے، چنانچہ وہ آخر کار ہمیں مدینہ منورہ کے قبرستان البقیع کے پاس لے آیا۔ اس طرح اس کے کرایہ کے دس ریال زیادہ ہو گئے، اگرچہ ہم نے جس مقصد کے لیے اسے یہ دس ریال دیئے وہ ہمیں حاصل نہ ہو سکا۔ البتہ ایک فائدہ ضرور ہوا اور وہ یہ کہ ہم جس علاقہ میں چکر لگاتے رہے وہ حرۃ واقم کا علاقہ تھا، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ سے پہلے یہودی قبائل بنو قریظہ اور بنی نضیر آباد تھے۔ اس علاقہ کی سرسبزی و شادابی اور اس میں کھجوروں کی کثرت کو دیکھ کر ہمیں اندازہ ہوا کہ کس طرح یہودیوں نے مدینہ منورہ کے زرخیز و شاداب علاقہ پر قبضہ جما رکھا تھا اور اسی لیے وہ عربوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی ان پر مالی اقتدار رکھتے تھے۔

بئر رومہ یا بئر عثمانؓ اگلے دن (۱۶ دسمبر) ہم پھر حبیب الرحمٰن صاحب کے ساتھ مدینہ منورہ کے آثار دیکھنے کے لیے نکلے۔ صبح کے وقت ہم بئر رومہ آئے۔ یہ ایک پرانا کنواں ہے

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک چلا آرہا ہے یہ اپنے پانی کی مٹھاس اور لذت کی وجہ سے مشہور تھا، لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اس کنوئیں کو خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا جاتے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی وقت یہ کنواں اس کے یہودی مالک سے بیس ہزار درہم میں خریدا اور اسے وقف کر دیا۔ اسی لیے اس کنوئیں کو بئر عثمان بھی کہتے ہیں۔ اب بھی یہ کنواں مسجد نبوی کے اوقاف میں شامل ہے اور حکومت نے اس کے قریب باقاعدہ ڈیری فارم، زراعتی فارم اور پولٹری فارم قائم کر رکھے ہیں۔ اس میں چار انچ موٹا پائپ لگا ہوا ہے جو ہر وقت مشین کے ذریعے سے پانی کھینچتا رہتا ہے۔ مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ شمال مغرب کی جانب تین چار میل ہے۔

مسجد القبلتین اس کے بعد ہم مسجد القبلتین (دو قبلوں والی مسجد) آتے، جو مدینہ سے شمال مغرب ہی میں ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر العقاب نامی ایک بستی میں واقع ہے۔ یہ دراصل قبیلہ بنی سلمہ کی مسجد تھی۔ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے کہ تحویلِ قبلہ کی وحی نازل ہوئی اور حضورؐ نے نماز ہی میں بیت المقدس کی طرف سے منہ پھیر کر بیت اللہ کی جانب رُخ کر لیا۔ اسی لیے اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا جاتا ہے۔ گذشتہ سفر میں جب ہم نے اس مسجد کی زیارت کی تھی تو یہاں دو محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک کا رُخ بیت المَقدِس کی طرف تھا اور دوسری کا بیت اللہ کی طرف۔ اب کی مرتبہ ہم نے دیکھا کہ مسجد کی ساری عمارت نئی اور نہایت پختہ و شاندار بنا دی گئی ہے اور اس میں دو کے بجائے صرف ایک محراب بنائی گئی ہے۔ بیت المقدس کے رُخ والی محراب توڑ دی گئی ہے

وادی عقیق اس مسجد کے مغرب میں وادی عقیق ہے، جو مدینہ منورہ کی سب سے مشہور وادی ہے اور جو ایک زمانہ میں خلفاء، امراء اور شعراء کے محلات کی وجہ سے مشہور تھی۔ اب اس میں بعض محلات کے صرف کھنڈر پائے جاتے ہیں۔ مسجد القبلتین کے عین سامنے سعید بن وقاص

(حضرت معاویہؓ کے زمانے کا ایک اموی امیر) کا محل تھا جس کی جگہ پر اب شاہ سعود کا محل بنا ہوا ہے۔

خندق اور جبل سلع اس کے بعد ہم جبل سلع آئے، جو مدینہ منورہ سے متصل شمال مغرب ہی کی سمت میں واقع ہے اور کافی بلند اور بڑا پہاڑ ہے۔ مدینہ سے احد جانے والے کو یہ بائیں طرف نظر آتا ہے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے جو خندق کھودی تھی، وہ اگرچہ کئی صدیوں سے مٹ چکی ہے، لیکن جن مؤرخین نے تحقیق کی ہے ان کا اندازہ ہے کہ وہ نصف دائرہ کی شکل میں اس طرح کھودی گئی تھی کہ حرۃ واقم کے قریب سے شروع ہوئی تھی اور پھر جبل سلع کے شمالی اور مغربی دامن کے ساتھ ساتھ ہوتی ہوئی مغرب کو چلی گئی تھی۔ جبل سلع ہی کے دامن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ کفار کے لشکر شمال مغرب کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے۔

مسجد ذُباب یا ذُوباب سلع کے شمال میں اس سے بالکل متصل سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے، جس کا نام مسجد ذُباب یا ذوباب ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مسجد اس جگہ بنی ہوئی ہے، جہاں غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور اپنا خیمہ لگایا تھا۔

مسجد فتح سلع کے دامن میں شمال مغرب کی طرف ایک اور مسجد ہے، جس کا نام مسجد الفتح ہے۔ روایات میں ہے کہ اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی تھی کہ وہ کفار کے لشکروں کو تتر بتر کر دے اور مدینہ اور اہلِ مدینہ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ تیسری مرتبہ جب حضورؐ نے دعا فرمائی، تو آپ کی دُعا قبول ہوئی، یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے، اسی لیے اس مسجد کو مسجد الفتح کہا جاتا ہے۔

مساجدِ خمسہ مسجد الفتح کے جنوب میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر سلسلہ وار پانچ چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہوئی ہیں جو حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کے نام سے منسوب ہیں، مگر کوئی مستند روایت ایسی نہیں ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر یہ صحابۂ کرام انہی مقامات پر

متعین رہے ہوں۔

کہف بنی حرام سلع کے جنوب مغرب میں ایک غار ہے، جسے کہف بنی حرام کہا جاتا ہے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔

مسجد شمس سلع سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ مسجد شمس اور حصن کعب بن اشرف کی طرف گئے۔ مسجد شمس اس جگہ واقع ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے محاصرہ کے دوران چھ دن نماز ادا فرمائی تھی۔ یہ مسجد مسجد قبا کے مشرق میں چند فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے جس میں بنو نضیر آباد تھے۔ ممکن ہے پہلے کبھی اس مسجد کی کوئی باقاعدہ عمارت رہی ہو، لیکن اب تو اس جگہ ایک چھوٹی سی چار دیواری ہے اور بس۔

حصن کعب بن اشرف مسجد شمس سے قریب جنوب کی طرف کعب بن اشرف کا قلعہ ہے جو اب منہدم ہے اور اس کی صرف چار دیواری موجود ہے، لیکن اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قلعہ کس قدر مضبوط ہوگا۔ یہ قلعہ ۴۲ گز کے قریب لمبا اور ۴۲ ہی گز کے قریب چوڑا ہے۔ اس کی دیوار کی چوڑائی ۴ فٹ ہے۔

ملاقاتیں ظہر سے پہلے پہلے ہم اپنے ہوٹل واپس پہنچ گئے اور ظہر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی۔ رات گئے تک مختلف حضرات ملاقات کے لیے آتے رہے۔ مغرب کے بعد شیخ قاسم اندیجانی، شیخ محمد سلطان نمنگانی اور ان کے ساتھ بعض ترکستانی نوجوان آئے۔ محمد سلطان نمنگانی بھی ایک ترکستانی عالم ہیں اور ان کا مسجد نبوی کے قریب باب السلام کے سامنے "المکتبۃ العلمیۃ" کے نام سے ایک مکتبہ ہے۔ یہ حضرات اپنے حالات سناتے رہے اور خاص طور پر عربی قومیت کے تعصب کی سخت شکایت کرتے رہے۔ ایک ترکستانی نوجوان نے بتایا کہ کچھ عرصہ ہوا مصر و شام میں کمیونزم کے خلاف حکومت اور پریس کی طرف سے مہم جاری تھی۔ میں نے بھی کمیونزم کے خلاف ایک مضمون لکھ کر دمشق کے ایک پرچہ کو بھیجا۔ مگر وہاں کے سنسر والوں نے وہ مضمون جوں کا توں مجھے واپس بھیج دیا اور اس پر یہ نوٹ دیا کہ "آپ لوگ کمیونزم پر تنقید دینی نقطۂ نظر سے کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم صرف "مصالح القومیۃ العربیۃ"

کے نقطۂ نظر سے اس کی مذمت کر رہے ہیں"۔ گویا دوسرے الفاظ میں ہم قومی اغراض کے لیے کبھی کمیونزم سے لڑینگے اور کبھی اس سے دوستی کرینگے۔ تم لوگ دین کی بنیاد پر اس کی مخالفت کر کے یہ راستہ ہی بند کر دیتے ہو کہ کبھی اس سے دوستی ہو سکے!

مدینہ منورہ کے اندر کے آثار اگلے دن (۱۷ دسمبر) ہم اپنی قیام گاہ ہی پر رہے۔ میں نے اور چودھری غلام محمد صاحب نے بعض ان آثار کے فوٹو لیے جو مدینہ منورہ کے اندر موجود ہیں:

مسجد المصلی یا مسجد الغمامہ یہ مسجد باب شامی سے باب عنبریہ کو جاتے ہوئے راستے میں آتی ہے یہ اس جگہ بنی ہوئی ہے، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت یہاں مسجد نہیں تھی۔ مسجد غالباً دوسری صدی ہجری میں بنی اور اس کے بعد مدینہ میں عید کی نماز یہیں پڑھی جاتی رہی، لیکن اب عید کی نماز مسجد نبوی ہی میں ہوتی ہے اور اس مسجد میں بچوں کی دینی تعلیم کا ایک مکتب قائم ہے۔

بئر بُضاعہ اس سڑک پر جو باب شامی سے مسجد نبوی کو آتی ہے، ایک مکان میں بئر بضاعہ اب تک موجود ہے اور اب بھی اس سے مشین کے ذریعہ پانی نکال کر غالباً برف بنائی جاتی ہے۔ یہ کنواں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک چلا آرہا ہے اور حدیث و فقہ کی کتابوں میں پانی کی طہارت و نجاست کی بحث میں اکثر اس کا ذکر آتا ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ بئر بضاعہ کے قریب ہی اس سڑک پر ایک جگہ کو سقیفہ بنی ساعدہ بتایا جاتا ہے، یعنی وہ جگہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہاجرین و انصار نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی تھی۔

دار جعفر صادق و ابی ایوبؓ انصاری اسی روز مغرب کے بعد ہم مسجدِ نبوی کے خطیبؒ امام شیخ عبدالعزیز کی ملاقات کے لیے ان کے ہاں حاضر ہوئے۔ وہ بیمار تھے، ان کی عیادت مقصود تھی۔ شیخ عبدالعزیز کا مکان مسجد نبوی کے قریب ہی واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی کسی زمانہ میں امام جعفر صادقؒ کا مکان تھا۔ اس کے ساتھ شمال کی طرف جو گھر ہے، اسے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا گھر بتایا جاتا ہے، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد کم سے کم سات ماہ اور زیادہ سے زیادہ ایک سال تک

مقیم رہے، یہاں تک کہ مسجد کے ساتھ آپ کی رہائش کے لیے کمرے بن گئے۔

مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے گھروں کی بھی نشاندہی کی جاتی ہے، لیکن اب ان تمام مکانات کی جگہیں حرم کی نئی تعمیر کے بعد سڑک کے نیچے آگئی ہیں۔

مدینہ منورہ میں بھی ترکستانی مہاجرین کی تعداد اچھی خاصی ہے، بلکہ طائف کی نسبت یہاں ان کی تعداد زیادہ ہے۔ ان کے ایک عالم شیخ محمود طرازی (جو شیخ قاسم اندجانی کے داماد بھی ہیں)، ہر روز صبح کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں ایک جگہ قرآن، حدیث اور بعض فقہی کتابوں کا اپنی قومی زبان میں درس دیتے ہیں اور اس میں تمام ترکستانی مہاجرین شریک ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ترکستانی مہاجرین مولانا مودودی کو اپنا ہم قوم سمجھتے ہیں، کیونکہ مولانا کا ننھیالی خاندان اورنگ زیب کے زمانے میں ترکستان ہی سے ہجرت کر کے ہندوستان آیا تھا، اسی لیے دینی تعلق کے علاوہ وہ مولانا سے اپنا قومی تعلق بھی سمجھتے ہیں۔ شیخ محمود نے ایک دن مولانا کو اپنے درس میں شریک ہونے کی دعوت دی تاکہ اس طرح تمام ترکستانی مہاجرین یک وقت ان سے ملاقات کر سکیں۔ مولانا نے ان کی اس دعوت کو قبول کیا اور اگلے دن (۲۸ دسمبر) کی صبح ان کے درس میں شریک ہوئے۔ سو کے قریب حاضری تھی۔ تمام لوگوں نے یکے بعد دیگرے مولانا سے سلام و مصافحہ کیا۔

ترکستانی حضرات کی دعوت اسی روز دوپہر کے بعد شیخ محمود صاحب ہی کے مکان پر ہمارے کھانے کی دعوت تھی۔ یہاں مدینہ کی ترکستانی برادری کے تمام بزرگ موجود تھے۔ ترکستانی حضرات کے علاوہ یہاں ہماری ملاقات شیخ محمد صادق مجددی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، جو ملا صاحب شور بازار کے بھائی ہیں اور ایک عرصہ تک مصر میں افغانستان کے سفیر رہ چکے ہیں، لیکن ہوا یہ کہ ان کے بیٹے قاہرہ میں رہتے ہوئے شیخ حسن البناء شہیدؒ کی دعوت سے متاثر ہو گئے، چنانچہ ۵۴ء میں جب مصر کی حکومت نے اخوان پر سختیاں اور ان کی گرفتاریاں شروع کیں، تو ان کے بڑے بیٹے کو گرفتار کر لیا گیا اور چھوٹے بیٹے کو مصر سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد یہ خود بھی سفارت سے الگ ہو گئے۔

چند سال سے مدینہ منورہ ہی میں مقیم ہیں اور غالباً یہیں مستقل رہائش کا ارادہ رکھتے ہیں۔

البقیع اسی روز عصر اور مغرب کے درمیان ہم مدینہ منورہ کے قبرستان "البقیع" کی زیارت کے لیے گئے، جو مسجد نبوی سے مشرق کی سمت واقع ہے اور معمولی رفتار سے زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کا راستہ ہے۔ پہلے بقیع جانے والے کو بہت سی گلیوں سے گزرنا پڑتا تھا، مگر اب حکومت نے مسجد نبوی اور بقیع کے درمیان سیدھی کھلی اور پختہ سڑک بنادی ہے، جس سے بقیع آنا جانا بہت آسان ہوگیا ہے۔ یہ قبرستان بھی جاہلیت کے زمانہ سے اہلِ مدینہ کا قبرستان چلا آرہا ہے۔ ترکوں کے دَور میں یہاں بہت سی پختہ قبریں اور ان پر خوبصورت قبے بنے ہوئے تھے۔ مگر نجدی حضرات نے شریف حسین کو شکست دیکر جب مدینہ منورہ پر قبضہ کیا، تو یہاں کے اکثر قبے گرا دیئے اور قبریں توڑ دیں، لیکن بہرحال مکہ معظمہ کے المعلاۃ کی نسبت یہاں پختہ قبروں کی تعداد اب بھی زیادہ ہے۔

مدینہ سے العلا کو روانگی مدینہ کے گورنر اور شہر کے پولیس سپرنٹنڈنٹ کی مہربانی سے ہم کو مدینہ سے آگے کا سفر کرنے کے لیے موٹر بہت اچھی اور بہت مناسب کرایہ پر مل گئی تھی۔ ۱۹ دسمبر کی صبح پہلے ہم نے الوداعی سلام کے لیے روضۂ پاک پر حاضری دی۔ پھر مدینہ سے چلتے ہوئے ان دونوں حضرات سے مل کر اور ان کا شکریہ ادا کر کے دوپہر کے قریب العلاء (جس کا قدیم نام وادی القریٰ تھا) کے لیے روانہ ہو گئے۔

اعلان: اس قسط کے بعد ترجمان القرآن میں اس روداد کی اشاعت ختم کی جاتی ہے کیونکہ مدینہ منورہ سے بعد کی روداد مختصر طور پر ان دو خطوط میں آچکی ہے جو ہم نے سفر کے دوران عمان اور کویت سے روانہ کیے تھے اور جو ترجمان القرآن جنوری و فروری ۱۹۶۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب اس پوری روداد کو انشاء اللہ جلد از جلد کتابی شکل میں لانے کی کوشش کی جائے گی۔ (م-ع)